www.novelsclubb.com
سفید
سیاہ
از قلم تحریم صدیقی
:novelsclubb
03257121842
read with laiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

سیاہ سفید

از قلم

تحریم صدیقی

www.novelsclubb.com

سیاہ سفید

از قلم تحریم صدیقی

قسط ۷:

اس تسلسل کو لاؤنج میں داخل ہوتے قدموں نے توڑا۔ وہ دونوں باپ بیٹی اندر آتے شخص کو دیکھ رہے تھے۔ ایک حیرانی تھی جو اِس لاؤنج میں چھائی تھی۔

"السلام علیکم۔" نوارد نے نرمی سے کہا۔

چند لمحے خاموشی سے وہ تینوں نفوس لیکن وہ دونوں وعلیکم السلام نہ کہہ سکے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر نتاشہ کی آواز نے اِس سکوت کو توڑا۔

"میرا نہیں خیال کہ تمہیں یہاں کسی نے بلایا ہے؟"

دوستوں کے گھر جانے کے لیے کسی دعوت نامے کی ضرورت نہیں ہوتی۔""""

ہاتھ میں موجود پھولوں کا گلدستہ نتاشہ کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ اُس کے ساتھ

ذرا فاصلہ رکھ کے صوفے پر بیٹھ گیا۔یوسف صاحب بغیر کچھ کہے اٹھے اور سیڑھیاں چڑھ گئے۔وہ ان دونوں کو وقت دے رہے تھے۔

"یہ کیوں لائے ہو؟" نتاشہ کا اشارہ گلدستے کی جانب تھا۔

"تمہیں پھول پسند ہیں۔اس لیے۔" وہ مسکرایا۔لیکن وہ مسکرا بھی نہ سکی۔کیا اتنی جلدی ماضی کی کلفت دور ہو سکتی تھی؟

"میری پسند ناپسند کی فکر کرنے کی شہر یار آفندی کو ہرگز ضرورت نہیں ہے۔" لہجے میں بیزاری تھی۔پھول ابھی تک شہر یار کے ہاتھ میں تھے۔ایک نظر نتاشہ کو دیکھتے ہوئے، گلدستہ سامنے میز پر رکھ دیا۔

کیا ہم نارمل نہیں ہو سکتے؟" شہر یار نے آہستگی سے پوچھا۔ "

"ہم نارمل ہی ہیں۔" وہی بیزاریت۔

''میں اپنی بیسٹ فرینڈ کو مِس کرتا ہوں۔''صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

''حالانکہ تمہیں اپنی بیسٹ فرینڈ کو ذلیل کرنے کی پلاننگ کرنی چاہیئے۔''طنز کرتے ہوئے ٹھنڈی کافی حلق میں اتاری۔ حلق میں کڑواہٹ گھل گئی۔

''میں تمہارے بارے میں بُرا نہیں سوچتا۔''شکستہ لہجہ۔ وہ آج بھی نتاشہ کے لیے کُھلی کتاب تھا۔ وہ اُس کے چہرے کے ہر تاثر اور لہجے کے ہر اُتار چڑھاؤ کو پہچانتی تھی۔

''خیر اچھا بھی نہیں سوچتے۔''

اس جوابی وار پر شہریار پورے دل سے مسکرایا۔ جیسے صدیوں بعد کسی بات سے خوشی ہوئی ہو۔

www.novelsclubb.com

''طنز کرنے میں تم آج بھی پہلے کی طرح ماہر ہو۔'' نتاشہ کی طرف دیکھتے ہوئے داد دی۔

''افسوس مجھے باقی لوگوں کی طرح رنگ بدلنے نہیں آتے۔ ورنہ آج میں پہلے کی طرح نہ ہوتی۔'' یہ طنز خصوصی شہریار کے لیے تھا۔ وہ چہرہ جھکائے ہنس دیا۔ نتاشہ کو وہ شدید زہر لگا۔

''نائس سینس آف ہیومر۔'' باقاعدہ تالیاں بجا کر تعریف کی گئی۔

عین اِسی لمحے نتاشہ کے موبائل پر میسج نوٹیفیکیشن کی ٹون بجی۔ موبائل اُٹھا کر میسجز اوپن کیے۔ مرتاض کا میسج تھا۔

'میں آپ کی پہیلی نہیں سمجھ سکا۔'

www.novelsclubb.com

شہریار نے موبائل سکرین کی روشنی میں چمکتے نتاشہ کے چہرے کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے کچھ ٹائپ کررہی تھی۔ آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی۔ خوشی کی چمک۔ وہ کھنکھارا تو نتاشہ نے چہرہ اُٹھایا۔

""کوئی خاص ہے؟"" سوال آسان تھا۔ جواب مشکل۔ اگر وہ ہاں کہہ دیتی تو شہریار ایک دم خاص سے عام ہو جاتا۔

""تمہارے علاوہ ہر شخص میرے لیے خاص ہے۔"" نتاشہ کے لہجے کی کاٹ شہریار کے دل کو چیر گئی۔ وہ خاص انسان کی مسند سے اُتار دیا گیا تھا۔ وہ عام ہو گیا تھا۔ بے حد عام۔

www.novelsclubb.com

""اور کچھ پوچھنا ہے؟"" موبائل اب اُس کے پاس صوفے پر رکھا تھا۔

""نہیں۔"" ایک گہری سانس بھری۔ یہ سب اتنا آسان نہیں تھا، جتنا وہ سوچ رہا تھا۔ دوستی میں ایک بار تلخی آجائے تو ساری دنیا کی کوششیں بھی اُس تلخی کو زائل نہیں کر سکتیں۔ شہریار کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ دوستی کا رشتہ تلخ ہو چکا تھا۔

''پھر تم جا سکتے ہو۔''

''جو تم چاہو۔'' وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک زخمی نگاہ اپنی دوست پر ڈالی اور دروازے کی جانب مڑا۔

''اپنے پھول بھی لے کر جاؤ۔'' ایک تنبیہہ۔ لیکن شہریار نے گلدستہ نہیں اُٹھایا۔

''یہ پھول تمہارے لیے خریدے تھے۔ اس لیے تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' مڑے بغیر جواب دیا۔

''میرے نزدیک یہ پھول بے وُقت ہیں۔''

''تمہاری ملکیت ہے۔ جو مرضی کرو۔'' وہ دروازے سے باہر نکل آیا۔ نتاشہ تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور میز پر پڑا گلدستہ اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ کچھ کہنے کو مڑے شہریار نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔ اب کہنے کو کیا بچا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ اسی طرح باہر نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

-------★-------

مشرق سے طلوع ہوتا سورج اپنی سنہری کرنیں بکھیر رہا تھا۔رات کی سیاہی آہستہ آہستہ سنہری روشنی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ سردی کے باعث پڑتی دھند اس روشنی سے گھلتی جا رہی تھی۔ جیسے کوئی مصور اپنے پینٹ برش سے کسی بے رنگ پینٹنگ میں رنگ بھر رہا ہو۔نفاست اور ترتیب سے۔

ایسے میں ایک ٹریک پارک کے بینچ پر بیٹھا مرتاض بے چینی سے جو گرز میں مقید اپنے پاؤں ہلا رہا تھا۔پارک کے گیٹ پر نظر جمائے وہ ہر چند لمحوں بعد دائیں کلائی میں بندھی گھڑی پر وقت دیکھ لیتا۔انتظار کٹھن تھا۔لیکن حسین بھی۔اور پھر وہ مین گیٹ سے اندر آتی دِکھائی دی۔ایش گرے کلر کے ٹریک سوٹ اور ہم رنگ ٹریزز پہنے، سیاہ بالوں کی اونچی پونی بنائے، دائیں ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے وہ مرتاض کی جانب آ رہی تھی۔وہ جی جان سے مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''پہیلی کا راز کیا تھا؟'' یہ وہ پہلا سوال تھا جو مرتاض نے نتاشہ سے کیا تھا۔

"جب پھیلتی ہیں زرد کرنیں۔"

پہلا جملہ بولتے ہوئے انگلی سے سامنے اشارہ کیا۔ مرتاض نے اُس جانب دیکھا۔ پارک کی سیاہ گرل کی باؤنڈری پر سورج کی کرنیں پھیل رہی تھیں۔

"رنگ و خوشبو کے درمیان۔"

دوسری سمت۔ سورج کی کرنوں میں سائیڈ پر لگے پودے اور گھاس چمک رہے تھے۔ موتیے کی بھینی خوشبو بھی پھیل رہی تھی۔

رفتار کے متلاشی کچھ قدم۔"

www.novelsclubb.com

ٹریک پر لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔

"ہوا کو چیرتے چند بدن

آتے ہیں وہاں ہر دم۔"

ٹریک سوٹ پہنے نوجوان لڑکے بھاگتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو رہے تھے۔

ٹریک پر ہر کوئی ایک دوسرے سے تیز بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اب سمجھ آئی؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ لیکن وہ ہنس رہا تھا۔ چہرہ پیچھے پھینکے وہ بے فکر سا ہنس رہا تھا۔ سبزے، روشنی اور خوشبو کے درمیان ہنستے ہوئے وہ کسی مصور کی خوبصورت تخلیق لگتا تھا۔

نتاشہ نے جلدی سے موبائل کا کیمرہ آن کیا اور اس مصوری کی چند تصویریں کھینچ لیں۔

"یہ ہراسمنٹ ہے۔" وہ ہڑبڑایا۔

"اسے ہراسمنٹ نہیں۔ مصوری کی پہچان کہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" اُس نے آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھا۔ اِس بزنس مین کو نتاشہ کی پہیلی ایک دفعہ پھر سمجھ نہیں آئی تھی۔

''جانے دو۔'' ہونٹ دبائے مسکراہٹ ضبط کی۔ ''پہیلی کا راز سمجھے؟''

''یہ تو بہت آسان پہیلی تھی۔ لیکن بات یہ ہے۔'' چند قدم اٹھاتا وہ نتاشہ کے قریب آیا۔

''میرے جیسا آدمی پہیلیوں کی نہیں شاعری کی زبان سمجھتا ہے۔'' چہرہ قریب کیے اُس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔

''شاعری بھی ایک طرح سے پہیلی ہوتی ہے۔'' نظریں اٹھائیں۔ سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں سے جا ملیں۔ بھوری آنکھوں نے خود کو سیاہ آنکھوں کے سمندر میں ڈوبتا محسوس کیا۔ نتاشہ مزید کچھ کہہ رہی تھی لیکن مرتاض سُن نہیں رہا تھا۔ کچھ یاد تھا تو سیاہ آنکھیں۔ کچھ نظر آ رہا تھا تو سیاہ آنکھیں۔ وہ اِن آنکھوں کے آگے ہمیشہ بے بس ہو جاتا تھا۔

نتاشہ نے اُس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی تو سحر ٹوٹا۔ وہ اب غور سے مرتاض کو دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں نے ابھی کیا کہا تھا؟" تصدیق چاہی۔

"تم نے کچھ کہا تھا؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"پورے دس منٹ سے میں تمہیں شاعری کی پہیلیاں سمجھا رہی ہوں۔اور تم نے کچھ نہیں سنا؟" وہ سیریئس تھی۔

"مجھے پہیلیاں سمجھ نہیں آتیں۔" مرتاض نے اپنے دفاع کی ناکام کوشش کی۔

"مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی۔" خفگی سے کہتے ہوئے وہ ٹریک پر بھاگنے لگی۔

مرتاض چند لمحے تو اُسے دور جاتا دیکھتا رہا، پھر نتاشہ کے پیچھے بھاگنے لگا۔

-------★-------

گلابی در و دیوار سنہری کرنوں کی روشنی سے چمک رہے تھے۔دیوار گیر کھڑکیاں خاموشی سے زرد کرنوں کو خود کے پار ہوتے دیکھ رہی تھیں۔ان گلابی اور سنہری زرد رنگوں کے درمیان رباب بیٹھی تھی۔کھڑکی کے قریب موجود کرسی پر۔ نظر

آسمان پر جمائے۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز تھی۔ نیلے شفاف آسمان پر سورج کی نارنجی کرنیں غالب آرہی تھیں۔ اُس کی بھوری آنکھیں اِن کرنوں کے زیرِ اثر جھلملائی۔

جانے کتنی ہی دیر وہ ایسے بیٹھی سامنے دیکھتی رہی۔ جب دھوپ تیز ہوئی تو چہرہ اُٹھا کر گھڑی کو دیکھا۔ آٹھ بج رہے تھے۔ وہ اُٹھی اور ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے ہو کر ایک نظر خود کو دیکھا۔ کھدر کے سادہ سفید شلوار قمیص میں ملبوس وہ بہت عام لگ رہی تھی۔ چہرہ ہر طرح کے میک اپ سے پاک اور بال ڈھیلی پونی میں قید تھے۔ آنکھوں کے نیچے حلقوں کے آثار تھے۔ رباب کو اپنے عکس سے پہلی بار خوف آیا۔ وہ کب سے اتنی عام لگنے لگی تھی۔

'عام؟ یا بے حد عام؟' وہ بے اختیار سوچنے لگی۔

رباب جلیل۔ جو ہر وقت بنی سنوری حالت میں رہتی تھی اُسے یہ کیا ہو گیا تھا۔ وہ گھبرا کر شیشے سے دور ہٹی۔ پہلی بار اپنا عکس دیکھنا اس قدر تکلیف دہ معلوم ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

چند قدم مزید پیچھے لیے۔ لیکن پہلی بار رباب کو اپنے آپ سے گھبراہٹ ہوئی۔ شیشے میں نظر آتا عکس مزید شفاف ہو رہا تھا۔

"میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔" وہ بے اختیار چلائی۔ لیکن شیشے میں نظر آتے عکس نے اِس لڑکی پر رحم نہیں کھایا۔ وہ پوری آب و تاب سے اپنے سامنے موجود لڑکی کو اُس کے وجود کی خامیاں دِکھا رہا تھا۔ وہ جتا رہا تھا کہ رباب تم ایک ایور تیج لڑکی ہو۔

مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی پرفیوم کی شیشی اٹھا کر وہ پوری قوت" سے شیشے پر مار چکی تھی۔ شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ رباب کا عکس بکھر گیا۔ بالکل ویسے ہی جیسے اُس کی ذات بکھر گئی تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی گئی۔ جانے کتنے ہی کانچ کے ٹکڑے اُس کے گھٹنوں کو زخمی کر گئے۔ سفید شلوار پر خون کی لکیریں اُبھرنے لگیں۔ وہ اب شیشے کے

ٹکڑوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یا شاید اپنی ذات کے ٹکڑوں کو۔ ہتھیلیاں زخمی ہو گئیں۔ سرخ مادے نے کانچ کے ٹکڑوں کو دھندلا دیا۔

وہ بے بسی سے رو دی۔ زخمی گھٹنوں پر زخمی ہتھیلیاں ٹکائے، سر جھکائے وہ رو رہی تھی۔ اس لڑکی کی تکلیف دیکھ کر نارنجی کرنیں پردے کی اوٹ میں جا چُھپیں۔

"میری غلطی کیا تھی۔۔۔؟" رباب کا وجود ہچکولوں کی زد میں تھا۔

"میں نے صرف محبت کی تھی۔ بے پناہ محبت۔" وہ بے بسی سے چیخ اُٹھی۔ رگ و پے میں تکلیف سرایت کرتی جا رہی تھی۔ رباب کا پور پور جل رہا تھا۔ وہ خاک ہوتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے وہ شدت سے شیشے کے ٹوٹے ٹکڑوں پر مار رہی تھی۔ اس خیال سے کہ شاید یہ جسمانی تکلیف اُس کی ذہنی اذیت کو کچھ کم کر سکے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔

وہ شدتِ اذیت سے چیخ رہی تھی۔بے بسی سے روئے جارہی تھی۔دیوانہ وار اپنے ہاتھ زخمی کرتی جارہی تھی۔اذیت حد سے سوا تھی۔

گلابی درودیوار نے ترحم سے اپنے کمرے کی مکین کو دیکھا۔دل ٹوٹنے کے بعد وہ دو دن مسلسل روئی تھی۔لیکن وہ ہیل کررہی تھی۔نمازیں پڑھ رہی تھی۔ہدایت مانگ رہی تھی۔پھر یہ سب کیوں ہورہا تھا۔کیاہیلنگ کا سفر اس قدر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی چھوٹی سی بات،کوئی ہلکا سا خیال ساری محنت رد کرکے ہمیں پھر سے (سکوائر ون Square one)پر لاکھڑا کرتا ہے۔کمرے کے درودیوار کچھ نہ سمجھ سکے۔

www.novelsclubb.com

مگر سمجھے تو صرف یہ کہ یکطرفہ محبت کی ادھوری داستان نے رباب جلیل پر بہت (سوشل extrovert) سے ستم ڈھایا تھا۔وہ ایکسٹر وورٹ
(انکشیئیس anxious) سے لوگوں سے رہنا،لوگوں سے ہر وقت کمرے میں بند رہنا،بن گئی تھی۔

ملنے سے کترانا اور بات بے بات رو دینا۔ صرف ایک شخص کے نہ ملنے کا غم زندگی سے بھرپور لڑکی کو زندگی سے بیزار کر گیا تھا۔

--------★--------

بیڈ پر لیٹا وجود صبح کی روشنی سے بیزار تھا۔ اسی لیے کھڑکیوں سے پردے ہٹانے کا تکلف نہیں کیا گیا تھا۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ لیکن کمرے کے اندھیرے سے زیادہ وحشت اُسے اپنے اندر کے اندھیر پن سے ہو رہی تھی۔ جانے کیوں ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے روشنی کی ہر ایک کرن چھین لی ہو۔

دروازے پر ہوتی دستک نے اُسے مزید بیزار کیا۔ ایک۔ دو۔ تین۔ دستک ہو رہی تھی۔ لیکن وہ جواب دینے کو تیار نہیں تھا۔ جو کوئی بھی تھا وہ پلٹنے کے بجائے ڈور ناب گھما رہا تھا۔ دروازہ آہستگی سے کھلا۔ باہر کے لیمپس کی روشنی کی چند کرنیں چپکے سے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ اُس نے کوفت سے آنکھیں میچ لیں۔

ہیلز کی ٹک ٹِک نے اُسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ ''نتاشہ !'' وہ بے اختیار اُٹھ بیٹھا۔ لیکن سامنے والے کو دیکھ کر مایوسی سے واپس لیٹ گیا۔

''مجھے ڈسٹرب مت کریں۔'' لہجہ سخت تھا۔

صباحت نے افسوس سے شہریار کو دیکھا۔ وہ ابھی تک کل رات والے ڈریس سوٹ میں ملبوس تھا۔ کالر کے گرد سلک ٹائی ڈھیلی ہو کر لٹک رہی تھی۔ پاؤں ابھی تک سیاہ بوٹس میں مقید تھے۔ معلوم ہوتا تھا وہ کل رات ایسے ہی سو گیا تھا۔

''تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔'' بیڈ کے قریب آتے ہوئے وہ نرمی سے بولیں۔

''Just leave me alone!''

روکھے پن سے کہتے ہوئے پاس رکھا تکیہ اُٹھا کر اپنے منہ پر رکھ لیا۔ وہ صباحت سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''کوئی سیاسی تناؤ ہے یا نتاشہ یوسف۔۔''

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اُن کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ جھٹکے سے تکیہ پھینکتے ہوئے اُٹھ بیٹھا۔ آنکھوں میں سُرخی واضح تھی۔

''میرے معاملات میں دخل اندازی مت کریں۔'' وہ شدت سے دھاڑا۔

''تم خود چاہتے تھے کہ میں نتاشہ سے تمہارے بارے میں بات کروں۔'' احتیاط سے کہتے ہوئے وہ بیڈ کی سائیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''جب بچوں سے اپنے معاملات حل نہیں ہو پاتے تو والدین کو اُن کی مدد کر دینی چاہیئے۔'' لہجہ کسی بھی دکھاوے سے پاک تھا۔

''میں چاہتی ہوں کہ تم اور نتاشہ پھر سے ایک ہو جاؤ۔ کسی رشتے میں نہ سہی، لیکن ایٹ لیسٹ دوست کی طرح تو رہ سکو۔''

''نتاشہ نہیں مانے گی۔'' آواز دھیمی تھی۔ صباحت نے بامشکل اُس کی بات سنی۔ وہ بے دھیانی سے کوٹ کے کف لنکس گھمار ہا تھا۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔" وہ مسکرائیں۔ "نتاشہ سمجھدار لڑکی ہے۔ مجھے امید ہے وہ تمہاری فیلینگز کو سمجھے گی۔"

"کیا آپ اسرار صاحب کو معاف کر سکیں گی؟" جانے کیوں وہ یہ سوال کر رہا تھا۔

"کس بات کے لیے؟" وہ سمجھیں نہیں۔

"آپ پر ہاتھ اُٹھانے کے لیے۔" وہ چند ہفتوں پہلے والے واقعے کا ذکر کر رہا تھا۔ وہ اپنے باپ کے حوالے سے ایسا سوال پوچھ رہا تھا۔ صباحت کو شاک لگا۔

"کیا عورت خود پر ہاتھ اُٹھانے والے مرد کو کبھی معاف کر پاتی ہے؟" نظریں صباحت پر جمائے وہ پوچھ رہا تھا۔

"کبھی نہیں۔" شہریار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا گیا۔

"عورت خود پر اُٹھنے والا ہاتھ نہ بھولتی ہے۔ نہ معاف کرتی ہے۔ خاص کر جب وہ ہاتھ کسی ایسے مرد کا ہو جس نے اُس عورت کو تحفظ دینا ہو۔"

www.novelsclubb.com

شہریار طنزیہ مسکرایا۔ تو یہ تھی حقیقت۔ نتاشہ کے اندر کی عورت کبھی شہریار آفندی کو معاف نہیں کرے گی۔ پھر چاہے وہ ایڑیاں رگڑے یا سر اُس کے قدموں میں رکھ دے۔ وہ شہریار کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

"مرد کو محافظ رہنا چاہئے۔ عورت کا حاکم نہیں۔ کیونکہ حاکم مرد سے کسی صورت محبت نہیں کی جاسکتی۔"

"اور محافظ مرد کا کیا؟ عورت محافظ کے ساتھ رہ لیتی ہے؟"

"محافظوں سے محبت ہو جایا کرتی ہے۔ شہریار۔" وہ دھیرے سے ہنسیں۔ "ہر دور، ہر وقت میں عورت نے اپنے لیے محافظ مرد کا انتخاب کیا ہے۔ حاکم کا نہیں۔"

وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔ تو یہ طے تھا۔ نتاشہ یوسف کبھی بھی شہریار آفندی کا انتخاب نہیں کرے گی۔

''یعنی آپ نے اسرار صاحب کو معاف نہیں کیا۔''

''اگر تم اُس دن اپنے باپ کا ہاتھ نہ روکتے تو شاید میں کبھی اسرار کو معاف نہ کر پاتی۔۔'' وہ اپنے فریشلی مینی کیورڈ ہاتھوں کے ناخن سے بیڈ شیٹ کا کونا رگڑنے لگیں۔

''یعنی اپنے شوہر کو معاف کر چکی ہیں۔''

''ہمم۔'' نظر بیڈ شیٹ کے کونے پر مرکوز تھیں۔ شہریار کو محسوس ہوا وہ اُس سے آنکھیں ملانے سے گریز کر رہی تھیں۔

''کیا ہر عورت اپنے شوہر کے اُٹھائے گئے ہاتھ کو اسی طرح معاف کر دیتی ہے؟''

صباحت کی انگلیاں تھمیں۔ وہ شہریار سے ایسے سوال کی امید قطعی نہیں کر رہی تھیں۔

شاید ہاں۔" ایک پل کو چہرہ اٹھایا۔ شہریار کو اُس کے چہرے پر صرف ایک تاثر نظر آیا۔ شکست۔

"ہر اِن سکیور عورت خود پر اُٹھتا شوہر کا ہاتھ ایسے ہی معاف کر دیتی ہے۔ کیونکہ اُسے مرد کے چھوڑ دینے کا خوف ہوتا ہے۔ اگر شوہر نے چھوڑ دیا تو وہ کیا کرے گی۔ کہاں جائے گی۔ اپنی آبرو کی حفاظت کیسے کرے گی۔ لوگوں کو کیا جواب دے گی۔ یہ خوف ہر عورت کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ شوہر کے اُٹھے ہاتھ کو معاف کرے۔ بار بار معاف کرے۔" وہ پھر سے چادر کا کونا رگڑنے لگیں۔

"مجھے لگتا ہے۔ حقیقت میں ہر عورت اِن سیکیور ہوتی ہے۔ اکیلے رہ جانے کی اِن سکیورٹی۔ شادی کے ناکام ہونے کی اِن سکیورٹی۔ طلاق ہونے کی اِن سکیورٹی۔ مرد کے بغیر سروائیو نہ کر پانے کی اِن سکیورٹی۔ ہر عورت میں۔ چاہے وہ پڑھی لکھی ہو یا اَن پڑھ۔ ورکنگ وومن ہو یا ہوم۔ میکر۔ ہر عورت کے اندر یہ اِن سکیورٹی ہوتی ہے۔ ہمارا معاشرہ، ہمارا خاندان اور ہماری مائیں بچپن سے ہم لڑکیوں کے اندر یہ اِن

سکیورٹی پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر ایک عورت شوہر کا اٹھا ہاتھ بھی معاف کرتی ہے۔ اور مرد کی گالیاں بھی برداشت کرتی ہے۔"

"کیا یہ سب برداشت کرنے کے بعد بھی عورت محبت کرتی ہے؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔" صباحت نے سر اُٹھایا۔ "عورت کی محبت عزت سے مشروط۔ عورت صرف اُس مرد سے محبت کرتی ہے جو اسے عزت دے۔ مان دے۔ عورت جس مرد کی جوتیاں اور گالیاں کھاتی ہے پھر اُس سے محبت کبھی نہیں کرتی۔"

"آپ کے دل میں اپنے شوہر کے لیے محبت باقی ہے یا اُس تھپڑ کے بعد۔۔۔" وہ جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔

صباحت استہزائیہ مسکرائیں۔ ایک نظر شہریار پر ڈالی اور بیڈ کے کنارے سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

محبت تو شاید بہت پہلے مر گئی تھی۔ لیکن اُس دن کے بعد میرے دل میں "
تمہارے باپ کی عزت بھی ختم ہو گئی۔۔۔اسرار میرا محبوب مرد تھا۔ لیکن اب وہ
صرف ایک مرد ہے۔"

وہ کہہ کر چلی گئیں۔ مگر شہریار آفندی سُن ہو گیا۔ عورت جب چھوڑتی ہے تو دل کی
زمین سے اُتار پھینکتی ہے۔ صباحت نے اسرار کو اُتار پھینکا تھا۔ نتاشہ یوسف نے
شہریار آفندی کو۔ من پسند مرد صرف مرد بن گئے تھے۔ محبوب عورت کے دل
سے نکالے گئے مرد۔

--------★--------

www.novelsclubb.com

نتاشہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول رہی تھی مگر مرتاض نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ
رکھ دیا۔ دروازہ نہ کھل سکا۔ وہ پلٹی۔ دونوں کے سر ٹکرانے سے بچے۔

"سوری۔۔"مرتاض ایک دم پیچھے ہٹا۔ نتاشہ نے دائیں آئیبرو اچکائی۔

"مجھے اس طرح آپ کا ہاتھ نہیں پکڑنا چاہئیے تھا۔" چہرے پر غیر آرام دہ سا تاثر آگیا۔

"اِٹس اوکے۔ اگلی بار احتیاط کیجیئے گا۔"

"اِٹس ناٹ اوکے۔ مجھے خیال کرنا چاہئیے تھا۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"غلطی ہو جاتی ہے۔ اِٹس کمپلیٹلی فائن۔" نتاشہ نے دو قدم آگے لیے۔

"معذرت کرنے سے غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں؟" وہ ہر لفظ کے ساتھ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ نتاشہ آہستگی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ مرتاض ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"ہاں۔ ہو جاتی ہیں۔" لہجے میں بہت نرمی تھی۔

"غلطیوں کے خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں۔" نتاشہ نے اُس کی آنکھوں میں خوف کی رمق دیکھی۔ وہ کسی بچے کی طرح گھبرا رہا تھا۔ ایسا بچہ جو چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا ہے۔

''میں جان بوجھ کر غلطی نہیں کرتا۔۔۔''آخر میں آواز کانپی تھی۔

''لیکن غلطی ہو جاتی ہے۔۔۔ہر بار ہو جاتی ہے۔۔''اُس نے چند قدم مزید پیچھے لیے۔وہ سڑک کے وسط کے قریب تھے۔عین اس وقت نتاشہ کی آنکھوں نے ایک تیز رفتار گاڑی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔وہ تیزی سے مرتاض کی طرف بھاگی۔روشنی قریب آرہی تھی۔۔بے حد قریب۔

سلور پراڈو ہوا کو چیرتے ہوئے گزر گئی۔سڑک کا وسط خالی ہو گیا۔وہ دونوں فٹ پاتھ پر گرے تھے۔نتاشہ کی پُھرتی نے ان دونوں کی بچالیا تھا۔اگر وہ بروقت مرتاض کو دھکا نہ دیتی تو اس وقت وہ دونوں کسی نیوز چینل کی زینت بنے ہوتے۔

ویسے بھی پاکستان میں روڈ ایکسیڈنٹ بہت عام ہو رہے تھے۔ٹریکٹر ٹرالے کا تصادم۔مسافر بسوں میں تصادم۔بائیکس اور گاڑی میں تصادم۔ایسی خبریں آئے روز سننے کو ملتی تھیں۔قصوروار کون ؟اس بات کا جواب نہیں ملتا تھا۔لیکن کئی لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔

اکثر بائیکرز اور گاڑی والے لوگ اوور-سپیڈنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ اپنی جان نشے میں دھت ہو کر ڈرائیونگ کرنا۔فٹ کا خیال کرتے ہیں نہ کسی دوسرے کا۔ پاتھ پر چلتے لوگوں کو روند دینا۔پھر اپنی طاقت کے بل بوتے پر کیس کا فیصلہ اپنے حق میں کروالینا۔چاہے غریب بیچارے کی جان چلی جائے لیکن طاقت والوں کی عزت نہیں جانی چاہیئے۔یہ سب آج کل پاکستان میں ٹرینڈ بن چکا تھا۔

--------★-------

"آپ ٹھیک ہیں؟"مرتاض نے سب سے پہلا سوال نتاشہ سے کیا تھا۔اُس کی آنکھیں سر تا پیر نتاشہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔کہیں کوئی چوٹ یا خراش تو نہیں آئی تھی۔وہ خود سے زیادہ نتاشہ کے لیے فکر مند تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"وہ اُٹھی۔"کیا آپ ٹھیک ہیں؟"ایک گہری نگاہ مرتاض پر ڈالی۔

"آپ کی بدولت میں بھی ٹھیک ہوں۔"وہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"لیکن مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

"کیوں۔۔" بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اُسکا بایاں بازو تھام چکی تھی۔ بائیں سلیو پر چند سرُخ دھبے تھے۔

"آپ کو چوٹ لگی ہے۔" وہ نرمی سے اُس کی شرٹ کی سلیو کہنی سے اوپر چڑھانے لگی۔ فٹ پاتھ پر گرتے ہوئے مرتاض کا بازو نوکیلے پتھر سے اس طرح ٹکرایا تھا کہ کہنی سے نیچے کافی گہرا کٹ لگ گیا تھا۔

مرتاض نے اُس کا ہاتھ سختی سے تھام لیا۔

"مت کریں۔" لہجے میں تنبیہہ تھی یا خوف۔ نتاشہ سمجھی نہیں۔

"مجھے دیکھنے دیں۔ ہو سکتا ہے زخم گہرا ہو۔" وہ فکر مند ہوئی۔

"اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں گھر جا کر خود بینڈیج کر لوں گا۔" اپنا بازو نتاشہ کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے۔ اگر آپ اپنے بازوؤں پر موجود نشان چُھپانے کی کوشش کر رہے ہیں تو میں یہ نشان پہلے ہی دیکھ چکی ہوں۔'' گاڑی کا لاک کھولتے مرتاض کے ہاتھ ساکت ہوئے۔ وہ بے یقینی سے نتاشہ کی جانب مڑا۔

''اتنی اندھی نہیں ہوں جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ اُس رات جب آپ کے گھر آئی تھی تو آپ کے بازو دیکھ لیے تھے۔'' نتاشہ اُس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ مرتاض کا پورا وجود ساکت ہو گیا۔ نتاشہ وہ سب دیکھ چکی تھی، جو وہ اُس سے چھپانا چاہتا تھا۔

اُس کے عین سامنے کھڑے ہو کر، اُسکا بازو مضبوطی سے تھام کر وہ اسے اپنی گاڑی کے پاس لے آئی۔ لاک کھولا۔ مرتاض کو پسنجر سیٹ پر بٹھا کر دروازہ بند کر دیا۔ خود وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکی تھی۔ یہ سب کسی سلوموشن فلم کی طرح چل رہا تھا۔ مرتاض ٹرانس کی سی کیفیت میں جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

''اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی۔'' احتیاط سے مرتاض کی بائیں سلیو اوپر کی۔ پورے بازو پر جلائے جانے کے پرانے نشان تھے۔ لیکن نتاشہ کی نظر صرف کہنی کے نیچے لگے کٹ پر تھی۔

ڈیش بورڈ کے سٹور یج باکس سے درمیانے سائز کا فرسٹ ایڈ کا باکس نکالا۔ وہ روئی پر سپرِٹ لگا کر زخم صاف کرنے لگی۔

''درد تو نہیں ہو رہا؟'' باکس سے آئینٹمنٹ نکالتے ہوئے پوچھا۔

وہ بامشکل صرف انکار میں سر ہلا سکا۔

'جانے نتاشہ میرے جلے بدصورت بازو دیکھ کر کیا سوچ رہی ہو گی۔' وہ بے بسی سے سوچ رہا تھا۔

''بینڈیج ہو گئی۔'' فرسٹ ایڈ باکس واپس رکھتے ہوئے اطلاع دی گئی۔

مرتاض نے ایک نظر اپنے بینڈیج شدہ بازو کو دیکھا اور بے دردی سے شرٹ کی سلیو نیچے کھینچ لی۔

"ذرا آرام سے کرو۔" وہ بولی۔

مگر وہ نتاشہ کو اَن سُنا کرتے ہوئے سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گیا۔ ایک اَن دیکھی سی تھکن اُس کے وجود کو لپیٹ رہی تھی۔ ماضی کی باتیں تھیں یا حال کی فکر۔ وہ فیصلہ نہ کر سکا۔ نتاشہ کی سائیڈ کے ادھ کُھلے شیشے سے آتی ہوا کی خنکی اُسے پرسکون کرنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔ گاڑی کے باہر گزرتے درختوں نے حیرانی سے یہ منظر دیکھا۔ شیشے پر دستک دیتی ہوا نے بے یقینی سے اس مرد کو دیکھا۔

سالوں سے انسومنیا (insomnia) کا شکار مرد، جسے اپنے گھر کے نرم بستر میں نیند نہیں آتی تھی۔ وہ ایک لڑکی کی گاڑی میں پسنجر سیٹ پر بیٹھا سکون سے سو رہا تھا۔

-------★-------

فائلز کے ڈھیر تلے دبا عادل بامشکل ڈور ناب گھما کر دروازہ کھولتا آفس میں داخل ہوا۔ گلاس ٹیبل پر فائلز کا پلندہ رکھا، پین ہولڈر، پیپر ہولڈر اور مزید چند ایک چیزوں کو ترتیب دی۔ ٹیبل کیلینڈر کی تاریخ چینج کی۔ اور واپس جانے کو پلٹا۔ عین اُس لمحے کسی نے پوری قوت سے آفس کا دروازہ کھولا اور تیزی سے چلتا ہوا آفس چیئر پر آبیٹھا۔

"سر آپ؟" شہریار کو دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔

"ہاں میں۔" شہریار گلاس ٹیبل پر رکھی ماربل بال گھمانے لگا۔ "کیا مجھ پر میرے اپنے ذاتی آفس میں آنا منع ہے؟"

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔" وہ گال کھجانے لگا۔ "مجھے لگا شاید آج آپ آفس نہ آئیں۔"

''تمہیں ایسا کیوں لگا عادل؟''

سوال تھا یا صور۔ عادل اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ شہریار نے واضح طور پر اُسے تھوک نگلتے دیکھا۔

''اب کیا میں ہاتھ باندھ کر تمہارے جواب کا انتظار کروں۔'' بال گھمانے میں تیزی آگئی۔

''نہیں۔۔ وہ میں۔۔ وہ۔۔'' عادل بوکھلا گیا تھا۔

''اوہ۔ تم ہکلاتے بھی ہو۔ انٹرسٹنگ۔'' شہریار نے ایک جھٹکے سے کرسی چھوڑی۔ عادل پر نظریں گاڑے وہ اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عادل نے چند قدم پیچھے لیے۔ شہریار مسکرایا۔

''تم خود جواب دینا پسند کرو گے یا میں اپنے طریقے سے جواب نکلواؤں؟''

عادل نے بے اختیار سوکھتے لبوں پر زبان پھیری۔ وہ جواب دیتا تو پھنس جاتا۔ کچھ نہ کہتا تو بھی پھنس جاتا۔ آگے کنواں پیچھے کھائی تھی۔

"نتاشہ میڈم نے فون کیا تھا۔" وہ ہمت جوڑتے ہوئے بولا۔ نتاشہ کے نام پر شہریار کے قدم رُک گئے۔

"وہ کہہ رہی تھیں اگر آئندہ اُن کے گھر شہریار آفندی یا اُس کے بھیجے ہوئے پھول نظر آئے تو وہ آپ پر ہراسمنٹ کا کیس کر دیں گی۔" شہریار کے جبڑے بھنچ گئے۔ نظریں سخت ہو گئیں۔ عادل نے احتیاطاً چند قدم پیچھے لیے۔

"اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ رات کو وہ آپ کا دماغ سیٹ کر چکی ہیں۔۔ اس لیے مجھے لگا شاید آپ آفس نہ آئیں۔" گردن میں ہلکی سی گلٹی اُبھر کے معدوم ہوئی۔ اتنا وقت ساتھ کام کرنے کے باوجود آج بھی عادل کو شہریار آفندی سے خوف آتا تھا۔ خاص کر جب بات نتاشہ یوسف کی ہو۔

''اس سے پہلے بھی وہ تمہیں کال کر چکی ہے؟'' دونوں پاؤں کراس کیے، ہتھیلیاں گلاس ٹاپ پر جمائے وہ ٹیبل سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا۔ چہرے کی سختی اچانک غائب ہو گئی تھی۔ (سر کے موڈ سوئنگز چل رہے تھے۔)

''صرف ایک دو بار۔''

''آئندہ اگر تمہارے پاس نتاشہ کی کال آئی۔ تم سب سے پہلے مجھے رپورٹ کرو گے۔ وہ جو کچھ کہے گی۔ حرف با حرف مجھے بتاؤ گے۔ گاٹ اِٹ؟''

یس سر۔''''

''اگر تم نے اس کام میں کوتاہی کی تو۔۔''

''آپ مجھے باکس میں میرے گھر بھیجیں گے۔ مجھے یاد ہے۔'' وہ خود ہی شہریار کی بات مکمل کر گیا۔

www.novelsclubb.com

''گُڈ۔'' وہ مسکرایا۔ ''تم اتنی دور کیوں کھڑے ہو؟ ادھر بیٹھو۔'' اُس کا اشارہ دیوار کے ساتھ رکھے لیدر کے صوفوں کی طرف تھا۔

''میں یہی ٹھیک ہوں۔'' عادل منمنایا۔

''تم میری بیوی نہیں ہو۔ جو اس طرح شرما رہے ہو۔ آرام سے ادھر بیٹھ جاؤ۔'' نیلی آنکھوں نے عادل کو گھورا۔

''جو آپ کا حکم۔'' وہ چارو ناچار بیٹھ گیا۔

''تم مجھ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟'' دونوں ہاتھ پاکٹس میں ڈالے وہ پوچھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

''آپ سے تو سب ڈرتے ہیں۔''

''مائی ڈیئر عادل! میں تمہارا پوچھ رہا ہوں۔ سب کا نہیں۔'' ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا گیا۔

"کیونکہ آپ چاہیں تو مجھے کسی بھی وقت کسی باکس کی زینت بنا سکتے ہیں۔اور میں یہ نہیں چاہتا۔"

"یعنی تمہارے خیال میں شہریار آفندی ظالم ہے۔رائٹ؟" وہ اُس کے سامنے جا بیٹھا۔عادل نے بے اختیار تھوک نگلا۔

"ہاں میں ظالم ہوں۔" وہ فاتحانہ مسکرایا۔"ہمارے ملک میں صرف دو آپشنز ہیں۔ظالم بن جاؤ یا مظلوم۔مظلوم میں بن نہیں سکتا۔ظالم بننے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔"

عادل اُس کے جواب پر سر بھی نہ ہلا سکا۔

"میری ماں نے میرا نام شہریار رکھا ہے۔جس کا مطلب ہے بادشاہ۔"ایک نظر عادل کو دیکھا۔

"I'm born to be a king. Not a slave!"

میں بادشاہ بننے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ غلام بننے کے لیے نہیں۔)(

عادل بس اُسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ کیسے ہر بات سے اپنی بات نکال لیتا تھا۔ یہ بات عادل کی سمجھ سے باہر تھی۔ لیکن ایک بات وہ سمجھ چکا تھا کہ شہریار آفندی کا دماغ اِس وقت کسی خاص پلان کے تانے بانے بننے میں لگا ہوا تھا۔

-------★-------

ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی نتاشہ نے اپنے موبائل فون کی سکرین روشن کی۔ ساڑھے دس ہو گئے تھے۔ اُس نے رُخ موڑ کے گاڑی کے شیشے سے سامنے دیکھا۔ سلور رنگ کے موٹے لوہے کے گیٹ کے پار مرتاض کا گھر تھا۔ نتاشہ کو یہاں گاڑی روکے ہوئے قریباً گھنٹہ ہونے والا تھا۔

ڈیش بورڈ پر موبائل رکھتے ہوئے اُس نے مرتاض کو دیکھا۔ دونوں ہاتھ گود میں رکھے، سر ہلکا سا دائیں طرف جھکائے، وہ ارد گرد سے بے فکر پُرسکون سو رہا تھا۔

نتاشہ نے نرمی سے اُس کا زخمی بازو اپنے ہاتھ میں لیا۔ ٹریک سوٹ کی سلیو پر خون کا

دھبہ موجود تھا۔ وہ اپنی انگلیاں آہستگی سے اُس کے بازو پر پھیرنے لگی۔ جیسے اپنے لمس سے مرتاض کی ساری تکلیفیں ختم کر دینا چاہتی ہو۔

”جانے کیوں تم ایسے ہو مرتاض۔“ وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

”نہ چاہتے ہوئے بھی میں تمہاری طرف کھنچی چلی آتی ہوں۔ جانے کیوں!““ لہجے میں شکستگی تھی۔ وہ اپنی بے بسی کا اعتراف کر رہی تھی۔

”تم ساتھ ہوتے ہو تو سب آسان لگنے لگتا ہے۔ بہت آسان۔“ وہ اپنے شہادت کی انگلی سے اُس کی بازو پر کچھ ٹریس کرنے لگی۔

”لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے نہ!۔“ ایک گہری سانس بھری۔

”تمہیں میرے لیے اتنا خاص نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔ کیونکہ خاص لوگ مجھ سے کھو جاتے ہیں۔۔۔“ آہستگی سے مرتاض کا ہاتھ پلٹا۔ بائیں ہتھیلی پر خراشیں تھیں۔ وہ بینڈیج کرتے وقت ہتھیلی چیک کرنا بھول گئی تھی۔

ممکنہ حد تک خاموشی برقرار رکھتے ہوئے سٹور تیج باکس سے اپنا سفید رومال نکالا۔ وہ مرتاض کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ صرف اسی لیے وہ ایک گھنٹے سے گاڑی میں بیٹھی مرتاض کے اُٹھنے کا انتظار کر رہی تھی۔

ہلکے ہاتھوں سے وہ رومال مرتاض کی ہتھیلی پر لپیٹ دیا گیا۔ خراشیں چھپ گئی تھیں۔ ہتھیلی پر اب صرف سفید رومال اور اُس پر کڑھا 'نتاشہ' نظر آرہا تھا۔ نتاشہ نے مرتاض کے زخم ڈھانپ لیے تھے۔

اور عین اس لمحے مرتاض حیدر نے آنکھیں کھول دیں۔ نتاشہ نے تیزی سے اُس کا ہاتھ چھوڑا اور میوزک پلیئر کا بٹن گھمانے لگی۔

(کاش مرتاض نے کچھ نہ دیکھا ہو۔ وہ ایک دم آکورڈ ہو گئی۔ ویسے بھی دونوں کے درمیان ایسا خاصا بے تکلفی کا کوئی رشتہ نہیں تھا کہ وہ بے دھڑک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ سکیں۔)

گاڑی کے سکوت کو طلعت محمود کی آواز نے توڑا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اتنا نہ مجھ سے تو پیار بڑھا

کہ میں اِک بادل آوارہ

کیسے کسی کا سہارا بنوں

کہ میں خود بے گھر بیچارا

سٹیئرنگ پر ہاتھ ماحول مزید آکورڈ ہو گیا تھا۔ نتاشہ نے میوزک پلیئر بند کر دیا۔ جمائے وہ مرتاض سے نظریں ملانے سے گریز کر رہی تھی۔ لیکن اپنے وجود پر مرتاض کی گہری نگاہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔

"مجھے ڈراپ کرنے کا شکریہ۔" وہ بولا تو صرف یہ۔ نتاشہ نے ایک سکون کی سانس خارج کی۔

"موسٹ ویلکم۔" نظریں سٹیئرنگ پر جمی تھیں۔

"خدا حافظ۔" وہ دروازہ کھول کر اُتر گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نتاشہ کی نظروں نے اُس کا پیچھا کیا۔ حتٰی کے وہ دروازے کے پار گم ہو گیا۔ وہ گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔

-------★---------

چھت سے لٹکتے فانوس کی سنہری روشنی میں کمرے کے درمیان میں راکنگ چیئر پر بیٹھے یوسف جہانگیر کا چہرہ واضح ہوا۔ آنکھوں پر ٹِکی ریڈنگ گلاسز، دائیں ہاتھ میں بزنس فائل اور سامنے لکڑی کی میز پر بکھرے قلم اور صفحات۔

دائیں طرف لکڑی کی دیوار گیر شیلف دنیا جہان کی کتابوں سے بھری تھی۔

انگریزی، اردو، فارسی، لاطینی ادب کی بے شمار کتابیں۔ بائیں طرف سنہرے چوکھٹوں والی دیوار گیر کھڑکی جو میرون موٹے پردوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

دروازے کے عین سامنے کریم رنگ دیوار پر صرف دو سنہرے لیمپس لٹک رہے تھے۔ دروازے کے ساتھ والی دیوار میں نچلی طرف کریم رنگ فائر ووڈ (Firewood) سٹوریج باکس کے اوپر مزید لکڑی کی شیلفس موجود تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ان شیلفس میں بزنس اور مارکیٹنگ کی کتابیں بھری تھیں۔(ہائے کتابوں کے دلدادہ افراد اور اِن کے نرالے شوق!)

راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے وہ کسی خیال کے تحت رُکے۔ نتاشہ جاگنگ کے بعد گھر نہیں آئی تھی۔ انہوں نے موبائل فون کی سکرین روشن کی۔ نتاشہ کے میسج کا نوٹیفیکیشن جگمگا رہا تھا۔

'کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں ڈائریکٹ آفس جا رہی ہوں۔ شاید لیٹ ہو جاؤں۔'

'اوکے' ریپلائے لکھ کر وہ واپس فائل کے صفحے پلٹانے لگے۔ جب دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجائیں۔'' توجہ فائل پر مرکوز تھی۔

''سر آپ سے ملنے کوئی حمدان صاحب آئے ہیں۔'' گھر کا کوئی ملازم تھا۔

''پورا نام نہیں بتایا؟''

''نہیں۔ کہہ رہے ہیں آپ سے مل کر خود پورا نام بتادیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ تم انہیں لاؤنج میں بٹھاؤ۔'' وہ واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ قریباً دس منٹ بعد وہ سیڑھیاں اترے تو سامنے بیس بائیس سال کے لڑکے کو موجود پایا۔

''آپ حمدان ہیں؟'' لہجہ ہمیشہ کی طرح شفیق اور نرم تھا۔

''جی۔۔'' حمدان کی زبان لڑکھڑائی۔ آج اُسے اپنا نام بہت اچھا لگا تھا۔

''بیٹھیں پلیز۔'' یوسف صاحب نشست سنبھال چکے تھے۔ لیکن وہ ابھی تک کھڑا تھا۔ ایک بے یقینی سے تھی۔ اُس کے سامنے اُس کا باپ موجود تھا۔ حمدان کا تعارف۔ حمدان کی شناخت۔ اتنے سال جھوٹی شناخت کے ساتھ رہنے کے بعد اپنے اصل سے ملنا بہت عجیب پر خوشگوار تھا۔

''بیٹھ جاؤ برخوردار۔ آرام سے بات کرتے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔ یوسف جہانگیر کی شخصیت میں ایک چارم تھا۔ حمدان بیٹھ گیا۔

''چائے، کافی یا جوس؟ کیا پسند کرو گے؟''

''کچھ نہیں۔'' لب لرز رہے تھے۔ یوسف صاحب حمدان کی نروسنس بھانپ گئے تھے۔

''حمدان۔ یہ نام مجھے بہت پسند ہے۔'' وہ اُسے باتوں میں لگا رہے تھے۔ ''اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا۔ میں اس کا نام حمدان رکھتا۔''

اُس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔ وہ انہیں بتانا چاہتا تھا کہ ان کا ایک بیٹا ہے۔ اُن کے سامنے بیٹھا ہے۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

حمدان نے لرزتے ہاتھوں سے اپنے بیگ کی زِپ کھولی۔ چند کاغذات نکال کر یوسف جہانگیر کی جانب بڑھائے۔ ہمت جواب دے رہی تھی۔ جذبات غالب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آرہے تھے۔وہ کچھ کہے بغیر اپنے باپ کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے رونا چاہتا تھا۔

یوسف صاحب نے نا سمجھی سے کاغذات تھام لیے۔ایک ایک کر کے صفحے پلٹتے گئے اور اُن کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔حمدان کی تاریخِ پیدائش لاریب اور یوسف کی علیحدگی کے چھ ماہ بعد کی تھی۔بے یقینی سے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا۔

ایک بار پھر کاغذات پلٹنے لگے۔بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ہر صفحہ پلٹتے ہوئے اُن کے دل میں لاریب کے لیے نفرت پروان چڑھ رہی تھی۔وہ اتنی بے رحم کیسے ہو سکتی تھی۔پہلی اولاد کو مار دینا چاہتی تھی اور دوسری اولاد۔۔۔اُس کے وجود کو جیتے جی گمنام کر دیا تھا۔

''تم۔۔حمدان۔۔۔۔''الفاظ ساتھ چھوڑ گئے۔''تم لاریب کے بیٹے ہو؟''اُن کی آواز کانپ رہی تھی۔غصے سے۔تکلیف سے۔بے یقینی سے۔آخر کیوں لاریب

درانی اِس قدر ظالم اور بے رحم تھی۔ یوسف جہانگیر کی بے پناہ محبت کے باوجود وہ عورت انہیں ہر بار بے وقت کر جاتی تھی۔ آخر کیوں؟

''میں حمدان ہوں۔۔۔ آپ کا بیٹا۔'' لب کانپے تھے۔ کیا ہوتا اگر سامنے کھڑا شخص اس کو اون کرنے سے انکار کر دیتا۔ شاید پھر حمدان ساری عمر آئینے میں خود سے نظریں نہ ملا پاتا۔

''تم۔۔ میرے بیٹے ہو؟'' تصدیق چاہی۔ آواز قدرے سنبھل چکی تھی۔

''ہاں۔۔۔'' آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا ہوا تھا۔ بولنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

''وہ بیٹا جس کے وجود سے آپ لاعلم تھے۔ آپ کا وہ بیٹا جس نے اپنی زندگی کے بیس سال ایک جھوٹی شناخت کے ساتھ گزارے۔۔۔ میں آپ کا بدنصیب بیٹا حمدان ہوں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی آنکھیں چھلک پڑیں۔

یوسف جہانگیر کا وجود شل ہونے لگا۔ لاریب اور ان کی طلاق سے صرف نتاشہ کی زندگی خراب نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ایک اور جان تھی جس نے اس علیحدگی کی قیمت چکائی تھی۔ آج پہلی بار انہیں اپنے غلط انتخاب پر شدت سے دُکھ ہوا تھا۔ ایک غلط عورت کے انتخاب نے اُن کے دونوں بچوں کی زندگیاں تباہ کر دی تھیں۔ اس سب کے لیے وہ لاریب درانی کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔۔

حمدان کا وجود ہولے سے لرز رہا تھا۔ آنسوؤں پر پہرہ بٹھانا دوبھر ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں موہوم سی امید لیے چہرہ اٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا۔ بس وہ اسے اپنی اولاد ماننے سے انکار نہ کریں۔ چاہے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ لیکن اپنا نام دے دیں۔ حمدان کو حمدان یوسف جہانگیر کر دیں۔ اُسے اُس کی شناخت دے دیں۔ حمدان کے لیے یہی کافی تھا۔

یوسف صاحب شل ہوتے قدموں سے اُٹھے۔ حمدان بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کے درمیان سالوں کا فاصلہ تھا۔ جسے چند قدم میں عبور کرنا تھا۔ ہر قدم بھاری تھا۔

باپ نے اولاد کے لیے یہ بوجھ اٹھالیا تھا۔یوسف صاحب نے حمدان کی طرف قدم بڑھائے۔

فاصلہ ختم ہو گیا تھا۔ باپ نے بیٹے کو سینے میں بھینچ لیا۔ حمدان بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے رودیا۔آنسو تو یوسف صاحب کے بھی بہہ رہے تھے۔سالوں کی جدائی تھی۔رونالازم تھا۔

-------★-------

لاہور کی مشہور بزنس مینجمنٹ یونیورسٹی کا آڈیٹوریم سٹوڈنٹس سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔چیف گیسٹ کا انتظار کیا جارہا تھا۔جہاں کئی طالبات بہت شوق سے دروازے پر انتظار کی نگاہ لگائے بیٹھے تھے،وہیں کئی طالبات بور ہو کر اپنے موبائل میں مصروف تھے۔پھر آڈیٹوریم کا مین دروازہ کھلا اور وہ اندر آتی ہوئی دکھائی دی۔

بیج دھاریوں والے کافی براؤن ٹو پیس سوٹ میں۔پیروں میں ڈارک براؤن ہیلز تمام ٹیچرز اور ہیڈز سے اور جوڑے میں مقید بال۔وہ نتاشہ یوسف جہانگیر تھی۔

ملنے کے بعد وہ روسٹرم پر کھڑی ہو گئی۔ایک پُراعتماد نظر اپنے سامنے موجود سٹوڈنٹس پر ڈالی۔

سرگوشیاں شروع ہوچکی تھیں۔سوشل میڈیا پر ایکٹیو رہنے والے افراد نتاشہ کو پہچان چکے تھے۔(شہریار آفندی کی بے عزتی کرنے والی جی دار لڑکی کو بھلا کوئی کیسے بھول سکتا تھا۔) باقی لوگ ایک غیر معروف لڑکی کو بطورِ چیف گیسٹ مدعو کیے جانے پر حیران وپریشان تاثرات دے رہے تھے۔نتاشہ دھیرے سے مسکرائی۔

''یقیناً آپ لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ آج کے ایونٹ میں مجھے ایز آ ے چیف گیسٹ انوائٹ کیوں کیا گیا ہے۔ صحیح سوچ رہے ہیں۔ بھلا جس انسان کی گفتگو کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ برداشت کرنا ہے،اُس کے بارے میں علم ہونا چاہئیے نا۔ کہیں سامنے والا نیم حکیم خطرہ جان نکل آیا پھر؟''

کافی چہروں پر مسکراہٹ عود آئی۔ماحول کا تناؤ کم ہو رہا تھا۔سر گوشیاں دَب رہی تھیں۔

"میں نتاشہ یوسف ہوں۔یوسف جہانگیر کی بیٹی۔اور جہانگیر انڈسٹریز کی حالیہ سی-ای-او۔" ہلکا سا مسکرائی۔"حالیہ اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ میرے والد صاحب کسی بھی وقت مجھے جاب سے فارغ کر سکتے ہیں۔"

آڈیٹوریم میں ہنسی گونجنے لگی۔وہ تمام لوگوں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"بطور چیف گیسٹ مجھے اس لیے بُلایا گیا ہے کیونکہ جہانگیر انڈسٹریز کچھ نئے پراجیکٹس لانچ کرنے والی ہے۔اور میری خواہش ہے کہ اِن پراجیکٹس میں آپ جیسے فریشرز کو کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"I want fresh minds & fresh ideas."

آڈیٹوریم میں تالیوں کی گونج نے نتاشہ کے خیالات کو بھرپور طریقے سے سراہا تھا۔

میرا ماننا ہے کہ اگر فریشرز کو کام کرنے کا موقع نہیں ملے گا تو انہیں ایکسپیرئینس ”(experience) کیسے ملے گا۔“

"Before asking for experienced people, we ought to give them opportunities to gain experience!"

(تجربہ کار لوگ مانگنے سے پہلے ہمیں انہیں تجربہ حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنے چاہیئیں۔)

تالیوں کے شور میں مزید جوش آگیا تھا۔ بور چہرے پر رونق لگنے لگے تھے۔ سیٹوں پر موجود سٹوڈنٹس کے چہروں پر ایکسائٹمنٹ واضح تھی۔ ہر کوئی نتاشہ یوسف سے متاثر نظر آتا تھا۔

''اس دنیا میں کچھ بھی مفت نہیں ملتا۔ پھر میں آپ لوگوں کو یہ موقع اتنی آسانی سے کیوں دے رہی ہوں؟ اینی گیسز؟''

''وجہ صاف ہے۔ آپ ہمیں موقع دے رہی ہیں۔ اور ہم آپ کو فریش آئیڈیاز۔ گوِاینڈ ٹیک!'' پہلی قطار میں بیٹھا چشمے والا لڑکا بولا۔

''تاکہ آپ ہماری یونیورسٹی کے بہترین سٹوڈنٹس کے ٹیلنٹ سے اپنی کمپنی کو نفع دے سکیں۔'' نیلے حجاب والی لڑکی نے اظہارِ رائے کیا۔

فریشرز کو موقع دینے سے مارکیٹ میں جہانگیر انڈسٹریز کی ویلیو بڑھ جائے'' گی۔۔۔'' باب کٹ بالوں والی لڑکی فخر سے بتا رہی تھی۔

''ویری نائس۔'' نتاشہ حقیقتاً متاثر نظر آتی تھی۔ ''لیکن اس کے علاوہ بھی ایک وجہ ہے۔ سب سے اہم اور بڑی وجہ۔۔۔۔''

---------★---------

آڈیٹوریم میں موجود افراد پوری توجہ سے نتاشہ کو دیکھ رہے تھے۔ ہر کان سامنے کھڑی لڑکی کی وجہ سننا چاہتا تھا۔ پھر لڑکی کے لب ہلے۔

"میں آپ لوگوں کو وہ موقع دینا چاہتی ہوں جو مجھے نہیں ملا۔" وہ مسکرائی۔ ایک نظر اس طرح سامنے گھمائی جیسے ہر کسی کو معلوم پڑتا وہ اس کو ہی دیکھ رہی ہے۔

آڈیٹوریم میں سرگوشیاں ہونے لگی۔

"میں جانتی ہوں۔ اتنے سمپل ریزن کو قبول کرنا ذرا مشکل ہے۔ لیکن یہی حقیقت ہے۔"

"پاکستان جیسے ملک میں، جہاں روٹی آسانی سے نہیں ملتی۔ وہاں آپ اتنی آسانی سے ہم جیسے اِن-ایکسپیریئنسڈ (inexperienced) لوگوں کو جاب کا موقع دے رہی ہیں۔ سٹرینج!" چشمے پہنے لڑکا کھڑا ہوا۔ ایک دم دبی دبی ہنسی کی آواز پھوٹی۔ نتاشہ بھی ہنس دی۔

''میرا یہی مقصد ہے۔ اپنے ملک پاکستان کی خراب ریپوٹیشن کو تبدیل کرنا۔۔۔''

ایک جملہ اور پھر سے سکوت طاری ہو گیا۔ سب کی نظریں نتاشہ پر جم گئیں۔

میں جب آپ لوگوں کی جگہ تھی۔ مجھے ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جو فریشرز کو موقع دینا چاہتا ہو۔ جو سفارش سے زیادہ ویلیو میرٹ کو دیتا ہو۔ لیکن افسوس! مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا۔ لیکن میں وہ شخص بننا چاہتی ہوں۔ جس کی تلاش مجھ جیسے ہزاروں لوگوں کو ہے۔ میں آپ سب کو موقع دینا چاہتی ہوں۔''

''میرا خیال ہے آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے!'' سیٹوں پر موجود سٹوڈنٹس میں سے کسی ایک نے ہانک لگائی۔ آدھا آڈیٹوریم ہنسی سے گونج اُٹھا۔

نتاشہ نے سر کو ہلکے سے نفی میں ہلایا۔ وہ اِن سے ایسے رسپانس کی توقع رکھ کر آئی تھی۔ جس ملک میں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے سفارش کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہاں اتنی بڑی فرم میں جاب کی آفر وہ بھی کسی سفارش کے بغیر، واقعی مذاق لگتا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہا۔ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" پر عزم لہجے میں وہ دوبارہ بولی۔

"اگر اپنے ملک کی نوجوان نسل کے لیے کچھ کرنا دماغ خراب ہونا ہے۔ تو یقین کریں، نتاشہ یوسف کا دماغ بے حد خراب ہے۔"

ہنسی تھم گئی۔ لڑکی میں گٹس تھے۔ یہ بات وہاں بیٹھے بہت لوگوں نے تسلیم کی تھی۔

"میں آپ لوگوں کو ایمپاور کرنا چاہتی ہوں۔ میرا خواب ہے کہ ہماری یوتھ مالی طور پر خود مختار ہو جائے۔"

"مالی خود مختاری۔ کہنے کو چند لفظ ہیں۔ لیکن حقیقت میں ہر مسئلے کا حل ہیں۔ جب آپ کسی کے پیسے پر ڈیپینڈ نہیں کرتے، پھر آپ کے خواب بھی کسی پر ڈیپینڈ نہیں کرتے۔"

”آپ میں سے کتنے لوگوں نے اپنے خوابوں پر کمپرومائز کیا ہے۔اپنی رائے کو خاموشی کی وادی میں دفنایا ہے۔اپنی خواہشات کا گلا گھونٹا ہے۔ صرف اس لیے کیونکہ آپ لوگ مالی خود مختار نہیں تھے۔“

سب چہرے خاموش ہو گئے۔آڈیٹوریم میں صرف سانسیں چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ارد گرد نظریں ملنے سے کترانے لگیں۔

”نظریں چرانے سے حقیقت بدل نہیں جاتی۔“ایک ایک لفظ پر زور دیا گیا۔

جب آپ کے پاس مالی خود مختاری نہیں ہوتی۔ پھر من پسند ہمسفر تو دور کی بات، من پسند جوتی بھی نہیں ملتی۔کیونکہ آپ کے فیصلے آپ کے فائیننسر اپروو کرتا ہے۔آپ خود نہیں۔“

سامعین نے سانسیں روک لیں۔انکار مشکل تھا۔اقرار ناممکن۔ متکلم نے تلخ ترین سچ کا طمانچہ اُن کے منہ پر دے مارا تھا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے خواب اُڑ سکے۔ آپ کی رائے کو بھری محفل میں ویلیو کیا جائے۔ آپ کی خواہشات سانس لے سکیں۔ تو خود مختار بنیں۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں۔"

وہ روسٹرم سے پیچھے ہٹی۔ سر خم کیے پیچھے بیٹھے ٹیچرز سے اجازت لی۔ ایک نظر سیٹوں پر بیٹھے رنگ اُڑے چہروں پر ڈالی اور مین دروازے سے باہر چل دی۔ ہیل کی ٹِک ٹِک نے سب سٹوڈنٹس کو ہوش دلایا۔ سحر ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اُسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

"ہیڈ لائینز میں صحیح لکھا تھا۔ آپ ایک 'بلا' ہیں۔" یہ وہ آخری جملہ تھا جو نتاشہ نے باہر نکلتے ہوئے سُنا تھا۔

--------★--------

کافی براؤن ٹو پیس سوٹ میں ملبوس مرتاض خود کو شیشے میں دیکھ رہا تھا۔ بال پیچھے کی جانب سیٹ کیے، دائیں کلائی میں سمارٹ واچ باندھے، وائٹ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے چھوڑے وہ آفس جانے کے لیے تیار تھا۔

صبح والے واقعے کے بعد اُس نے ہاف ڈے آف کیا تھا۔ لیکن اب آفس جانا ضروری تھا۔ میٹنگز لائن اَپ تھیں۔

خود پر پرفیوم چھڑکتے ہوئے اُس نے اپنے بائیں ہاتھ کو دیکھا۔ نتاشہ کا باندھا رومال ویسا ہی تھا۔ کہنے کو یہ صرف ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا۔ لیکن مرتاض کے لیے یہ رومال ایک شیلڈ تھا۔ ماضی کے زخموں سے شیلڈ۔

www.novelsclubb.com

اُس نے کسی سوچ کے تحت رومال والا ہاتھ منہ کے قریب کیے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔ نتاشہ کے پرفیوم کی خوشبو اُس کے پورے وجود میں اُتر گئی۔ وہ بے اختیار آنکھیں بند کر گیا۔ ونیلا، لیوینڈر اور کیمومائل کے نوٹس مرتاض کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کمفرٹ دینے لگے۔ایسا محسوس ہوا جیسے نتاشہ کہیں آس پاس ہے۔ کہیں بہت قریب۔

نتاشہ کی خوشبو اُس کے پورے وجود کو لپیٹ چکی تھی۔ مرتاض کے پرفیوم کی خوشبو اِس سب میں کھو گئی تھی۔ بالکل ویسے ہی جیسے مرتاض نتاشہ کی آنکھوں میں کھو جاتا تھا۔

ڈور ہینڈل کے کلک ہونے کی آواز آئی تو اُس نے آنکھیں کھول دیں۔دروازے کی اوٹ سے جھانک کر دادی اندر چلی آئیں۔

''آج آفس لیٹ جا رہے ہو۔طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ اُس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھیں۔

نتاشہ ''سر درد ہو رہا تھا۔اس لیے لیٹ ہو گیا۔'' پرفیوم کی شیشی واپس رکھ دی۔ کی خوشبو مدھم پڑنے لگی۔

''تم کب سے سر درد کی وجہ سے آفس لیٹ جانے لگے؟'' دادی کی آنکھوں میں اچھنبا تھا۔ وہ مرتاض کو اُس کی سوچ سے زیادہ جانتی تھیں۔

''تمہارے جیسا انسان جو تیز بخار میں بھی آفس کے کام میں سکون تلاش کرتا ہو۔ بھلا وہ کب سے سر درد جیسی چھوٹی تکلیف کو سیریئس لے کر ہاف ڈے آف کرنے لگا۔'' وہ سنجیدہ سوال کر رہی تھیں یا طنز۔ مرتاض سمجھ نہیں سکا۔

''آپ کی نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' وہ دل گرفتگی سے ہنس پڑا۔

''مجھ بوڑھی عورت کی باتوں کو تم کب سے سنجیدگی سے لینے لگے۔''

''میری پیاری دادی۔'' مرتاض نے انہیں دونوں کندھوں سے تھام لیا۔ ''آپ طنز بہت زبردست کرتی ہیں۔''

''چل ہٹ۔'' وہ اُس کے ہاتھ ہٹا کر پیچھے ہوئیں۔

"آفس چلے جاؤ۔ ورنہ پھر کہو گے دادی کی وجہ سے میٹنگ رہ گئی۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔

"او کے۔۔ جا رہا ہوں۔ ڈونٹ وری۔" وہ نفی میں سر ہلاتا ڈریسر سے کار کی چابی اور والٹ اٹھاتا، دروازے کی طرف بڑھا۔

"تمہیں نتاشہ کیسی لگتی ہے؟" لیکن اِس سوال نے دروازے میں اُس کے قدم روک لیے۔

"اتنی اچھی لگتی ہے کہ تمہارا رشتہ لے جاؤں؟"

اب کے وہ بے یقینی سے مڑا۔

"آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں؟" وہ بامشکل بولا۔

"نتاشہ سے شادی نہیں کرنا چاہتے؟" وہ جواب دینے کے بجائے کاؤنٹر کو ٹیسچین کر رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

''میں کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔''

''شادی کرنے میں مسئلہ ہے لیکن نتاشہ کے ساتھ گھومنے میں نہیں۔'' وہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھیں۔

''میں اتنی بھی بے خبر نہیں ہوں جتنا تم سمجھتے ہو۔۔۔ صبح تمہیں نتاشہ ڈراپ کر کے گئی تھی۔ نہیں؟''

مرتاض ساکت کھڑا رہ گیا۔ دادی یہ کیا پوچھ رہی تھیں۔ اُس کا ذہن ماؤف ہونے لگا۔

''تمہارے تکیے کے نیچے رکھا وہ سفید رومال اور اب یہ ہاتھ پر بندھا رومال۔۔۔ کیا یہ سب تمہارے اور نتاشہ کے درمیان موجود اَن دیکھے تعلق کی گواہی نہیں دیتے؟''

مرتاض نے بے اختیار نتاشہ کے رومال سے ڈھکی اپنی ہتھیلی دیکھی۔ اور پھر وہ بائیں مُٹھی بھینچ گیا۔ اس طرح کے نتاشہ کا نام اُس کی مٹھی میں قید ہو گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''یہ صرف ایک اتفاق ہے دادی۔ وہ اپنا رومال بھول گئی تھی۔ میں آج ہی واپس کر دوں گا۔'' وہ تیزی سے اپنے تکیے کی طرف بڑھا۔

تم اتنے بچے نہیں ہو مرتاض۔ کیا یہ بھی میں تمہیں بتاؤ کہ ایک مرد کسی بھی" عورت کی کوئی چیز اُس وقت ہی سنبھال کر رکھتا ہے جب اُس کے دل میں عورت کے لیے کچھ ہو۔'' اب کے دادی کا لہجہ ذرا سخت ہوا تھا۔

رومال پکڑے مرتاض کے ہاتھ ساکت ہوئے۔ کسی نے گویا کان میں صور پھونک دیا ہو۔ چہرے کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا۔ دادی اُس کے سامنے وہی حقیقت بیان کر رہی تھیں جس سے وہ چھُپ رہا تھا۔

)جاری ہے۔(

www.novelsclubb.com